پروفیسر حمید رضا صدیقی

سیاست و حکومت
افکار امام خمینیؒ کی روشنی میں

تاریخ انسانی میں بے شمار انقلابات کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ انقلاب سیاست حکومت اور معاشرے میں بنیادی نوعیت کی تبدیلیوں کی داستانیں بیان کرتے ہیں۔ ”اس صدی کے انقلاب روس اور انقلاب چین کو دیکھا۔ لوگوں نے انقلاب فرانس کی ہولناکیاں بھی دیکھیں مگر انقلاب اسلامی ایران نے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اس نوعیت کے انقلاب کی کوئی صورت ہمیں تاریخ میں اس سے پہلے دکھائی نہیں دیتی۔ یکم فروری ۱۹۷۹ء کے انقلاب اسلامی ایران نے ڈھائی ہزار سالہ طویل شہنشاہی نظام کو ختم کردیا۔“ اس انقلاب کا سہرا ایک مرد خدا پرست حضرت امام خمینیؒ کے سر ہے جنھوں نے اس صدی کے بڑے فرعون سے ٹکر لی اور یہ ثابت کردیا کہ اگر انسان کے نظریات افکار اور اعمال کی بنیاد سچائی پر ہو تو وہ دنیا کی ہر بڑی طاقت سے ٹکرا سکتا ہے وہ کسی سپر پاور کو نہیں مانتے ان کے نزدیک سپر پاور اور سپریم پاور صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر انسان راہ راست پر ہو، خدا کو عظیم اور برتر سمجھتا ہو اور اس کے سوا کسی کے سامنے سر نہ جھکاتا ہو اور راہنمائی کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات اس کے سامنے ہوں تو وہ ہر طاغوتی قوت سے ٹکرا سکتا ہے۔ ایرانی انقلاب ایک ایسا انقلاب ہے جس نے انقلاب کے روایتی تصور کو پاش پاش کردیا ایک مصنف کے بقول:

”ایران کا حالیہ انقلاب پوری دنیا کا ایک محیر العقول واقعہ ہے۔ اپنے ہی نہیں غیر بھی اس درویش خدا مست کی قلندرانہ جدوجہد پر انگشت بدنداں ہیں۔ جس نے چٹائی پر بیٹھ کر

کسریٰ کے تخت کے پرخچے اڑا دیئے۔"

ایران کا انقلاب اسلامی دوسرے ملکوں کے انقلابات سے ہیئت اور نتائج کے اعتبار سے بالکل مختلف انقلاب تھا۔فریڈ ہالی ڈے اپنی کتاب "ڈکٹیٹر شپ اینڈ ڈویلپمنٹ" میں لکھتا ہے۔

اس انقلاب کو تین وجوہ کی بناء پر دیگر انقلابات سے مختلف تصور کیا جاتا ہے۔

(i) انقلابی جدوجہد کے دوران اس تحریک کے زیر اہتمام جو مظاہرے ہوئے ان میں کئی مرتبہ بیس بیس لاکھ سے زیادہ افراد نے شرکت کی۔ اتنی بڑی تعداد میں آج تک دنیا کے کسی ملک میں مظاہرین کا اجتماع نہیں ہوا۔

(ii) دنیا میں پہلی بار ایک ایسی فوج کو جو کسی بیرونی جارحیت سے ٹکرا کر کمزور بھی نہیں ہوئی تھی اور جو ایرانی شہنشاہ کے زیر کمان ہمیشہ سے تر و تازہ تھی مسلسل اور منظم عوامی عمل نے شکست فاش دے دی۔

(iii) یہ انقلاب ایک ایسے ملک میں برپا ہوا جو اپنے مسائل کے باوجود دنیا کے بہت سے ملکوں کی نسبت زیادہ ترقی یافتہ تھا۔آج تک جن ملکوں میں انقلاب آئے وہ اتنے ترقی یافتہ نہ تھے، مثال کے طور پر روس ۱۹۱۷ء میں چین ۱۹۴۹ء میں ویت نام ۱۹۷۵ء میں اور کیوبا ۱۹۵۹ء میں اتنا ترقی یافتہ نہ تھا۔ان سب ملکوں میں محنت کشوں کی بھی بڑی تعداد آبادتھی مگر ایران کی آدھی آبادی شہری ہے مزدوروں کی تعداد صرف تیس لاکھ ہے ایک ایسے ملک میں انقلاب کی آمد نے وقت کے بہت سے رائج الوقت تصورات بدل دیئے۔"

ایران کے اس انقلاب کی نوعیت کے پیش نظر اس کی سیاسی اور معاشرتی اہمیت کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا بلکہ اس کے اثرات عالمی اور علاقائی سیاست پر بڑے گہرے پڑے ایک مصنف کے بقول:

"ایرانی انقلاب ہر چند ایران کا داخلی معاملہ ہے لیکن اس کی بین الاقوامی اہمیت روز بروز واضح ہوتی جاتی ہے۔ اس انقلاب کی وجہ سے مشرق وسطیٰ میں ترقی پسند

اور رجعتی قوتوں کے توازن میں بڑی تبدیلی آئی ہے ایران میں امریکی امپریلزم کو بڑی ذلت آمیز شکست ہوئی اور شکست کے اثرات غالباً ویت نام سے بھی زیادہ دُوررس ثابت ہوں گے۔"

عالمی بساط سیاست پر گہرے اثرات مرتب کرنے والے اس انقلاب کا سہرا حضرت امام خمینیؒ کے سر ہے۔

اس مردِ مجاہد نے ایران میں ایسے انقلاب کی شمع روشن کی جو واقعی انقلاب نور ہے جس نے دنیا کی مظلوم اقوام کو جبر و استبداد کی زنجیریں اُتار پھینکنے کا حوصلہ دیا اور عالم انسانیت کو نجات اور فلاح کی راہ دکھائی۔ امام خمینیؒ وہ روحانی سیاستداں ہیں جو بیسویں صدی میں اسلام کے چہرے پر پڑے ہوئے غبار کو ہٹانے اور آج سے چودہ سو سال قبل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دست مبارک سے قائم ہونے والی اسلامی حکومت کی جھلک ایک بار پھر آج کی تشنۂ حقیقت دنیا کو دکھانے میں کامیاب ہوگئے۔"

حضرت امام خمینیؒ کی عظیم شخصیت بلاشبہ انقلاب ایران برپا کرنے کی ذمہ دار ہے لیکن ان کا کردار یہیں پر ختم نہیں ہوجاتا۔ زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق ان کے افکار و خیالات اور تعلیمات ہمیشہ کے لیے رہنمائی کا باعث ہیں۔ حکومت و سیاست کے متعلق ان کے افکار و نظریات آج کے دور میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ الحکومت الاسلامیہ امام خمینیؒ کی ایک معروف تصنیف ہے، جس کے مطالعہ سے ہمیں حکومت و سیاست کے بارے میں ان کے تصورات سے شناسائی حاصل ہوتی ہے۔ اپنے الٰہی اور سیاسی وصیت نامے میں بھی انھوں نے اس موضوع پر کھل کر اظہار خیال کیا ہے۔

جب ہم اسلامی نظام سیاست کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت ہمارے ذہن میں رہنی چاہیے کہ اسلام محض ایک مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل دین ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے مکمل ضابطہ حیات (Complete Code of Life) کہا

جاتا ہے۔ اس نظام میں مغربی سیاسی تصورات کے برعکس دین اور سیاست میں کوئی تفریق اور جدائی نہیں ہے۔ دین اور سیاست کی یک جائی اور یکجہتی کے بارے میں امام خمینیؒ کے متعدد ارشادات ہمارے سامنے ہیں۔

دوسرا گروہ جو شیطانی منصوبہ رکھتا ہے اور اسلام کو حکومت و سیاست سے جدا سمجھتا ہے اس کو یہ بتادینا چاہیے کہ قرآن کریم اور اس رسول خدا کی سنت میں جتنے احکام سیاست و حکومت کے سلسلے میں پائے جاتے ہیں اتنے احکام کسی اور موضوع سے متعلق ذکر نہیں ہوئے ہیں بلکہ اسلام کے بہت سے عبادی احکام بھی عبادی سیاسی ہیں جن کی طرف سے غفلت نے ان مصیبتوں کو جنم دیا ہے۔ خود پیغمبر اسلامؐ نے دنیا کی تمام حکومتوں کی طرح حکومت تشکیل دی ہے لیکن آپ کا مقصد سماجی انصاف قائم کرنا تھا اور اسلامی دور کے ابتدائی خلفاء بھی وسیع حکومتوں کے مالک تھے۔

اس حاکیت کا اصل مقصد معاشرے میں اسلامی سماجی اور سیاسی نظام کی تشکیل تھا‘‘

دین اور سیاست کے باہمی تعلق پُر زور دیتے ہوئے امام صاحب فرماتے ہیں:

> ’’میں پوچھتا ہوں کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں دین سیاست سے علیحدہ تھا؟ کیا اس زمانے میں کچھ ماہرین دین اور کچھ ماہرین سیاست تھے؟ پھر کیا خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں کیا حضرت علیؑ کے زمانے میں سیاست دین سے علیحدہ تھی؟ کیا اس مبارک زمانے میں دین کا ڈھانچہ الگ اور سیاست کا الگ تھا؟‘‘

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ طے شدہ امر ہے کہ اسلام میں دین اور سیاست میں کسی قسم کی علیحدگی ممکن نہیں ہوسکتی اسلامی نظام حکومت میں کسی شخصی بادشاہت یا گروہی آمریت وحکومت کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ آپ فرماتے ہیں۔ ’’شہنشاہی نظام اسلام، حکومت اور اسلام کے سیاسی نظام سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ اسلام نے ملوکیت اور ولی عہد کو باطل قرار دیا ہے۔

اسلامی نظام حکومت میں جہاں ملوکیت اور شخصی حکومت کی گنجائش نہیں ہے وہاں کمیونزم جیسے نظام کی بھی کوئی گنجائش نہیں جو غیر طبقاتی غیر ریاستی اور غیر خدائی بنیادوں پہ قائم ہوتا ہے۔ کمیونزم کو جابرانہ نظام قرار دیتے ہوئے آپ کہتے ہیں:

"وہ جو کمیونسٹ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو سب سے زیادہ ظالم اور سب سے بڑھ کر ڈکٹیٹر اور اپنی قوم کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ان ملکوں میں کسی کو آزادی میسر نہیں ہے۔"

کمیونزم کے بارے میں گورباچوف کے نام اپنے خط میں امام خمینیؒ نے درست لکھا تھا:

"سب پہ یہ بات واضح اور روشن ہے کہ اب کچھ عرصے بعد کمیونزم کو دنیا کی سیاسی تاریخ کے عجائب گھروں میں تلاش کرنا پڑے گا اس لیے کہ اب تک مارکسزم انسان کی حقیقی ضروریات زندگی میں سے کسی ضرورت کا مثبت جواب نہیں دے سکا۔"

بعض حضرات جمہوریت میں اسلام کو تلاش کرنے یا اسلام میں جمہوریت کا پیوند لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دو مختلف نظام زندگی ہیں جمہوریت عوام کے اقتدار اعلیٰ اور حاکیت کے فلسفے کی بنیاد پہ قائم ہے جبکہ اسلام کے سیاسی نظام میں اقتدار اعلیٰ اور حاکیت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ساری دنیا کے مسلمان مل کر بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات میں تبدیلی نہیں کر سکتے۔ اسلام اپنی جگہ مکمل اور جامع سیاسی اور معاشرتی نظام ہے اس مسئلے پہ گفتگو کرتے ہوئے معروف اطالوی خاتون صحافی فلاسی سے اپنے انٹرویو میں امام خمینیؒ کہتے ہیں۔

"لفظ اسلام جمہوریت یا اس قسم کے کسی دوسرے پیوند کا محتاج نہیں ہے مختصراً اسلام ہر چیز ہے اور اس میں سب کچھ شامل ہے۔ یہ بات ہمارے لیے افسوسناک ہوگی اگر ہم اسلام کے ساتھ کوئی اور لفظ استعمال کریں۔ یہ لفظ اسلام خود ہی کامل ہے جبکہ لفظ جمہوریت جسے آپ (اہل مغرب) بہت قیمتی تصور کرتے ہیں اور جو

آپ کو بہت پیارا لگتا ہے کسی مخصوص معنی و مفہوم کا حامل نہیں۔ ارسطو کی جمہوریت ایک چیز ہے اور سوویت جمہوریت دوسری چیز جبکہ سرمایہ داروں کی جمہوریت ایک مختلف چیز ہے۔"

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام اپنی جگہ ایک مکمل نظام حیات ہے اور جمہوریت کی طرح اس کے مختلف مفاہیم مراد نہیں لیے جا سکتے۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کے ساتھ خلافت کا تصور پایا جاتا ہے۔ اس بارے میں امام صاحب کہتے ہیں:

اسلام میں خلافت ہی ولایت ہے۔ خلیفہ محض واضع قانون یا مبلغ قانون ہی نہیں ہوتا بلکہ خلیفہ کے ہاتھ میں وہ طاقت و اختیار ہوتا ہے جس سے وہ ملک میں قانون نافذ کرتا ہے اور اس حکومت کے قیام کے ذریعہ اس میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی تشکیل و تنظیم کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے اور اسی وجہ سے ولایت فقیہ کا عقیدہ جزو ایمان ہے۔

اسلام کے سیاسی نظام میں عوام کے اقتدار اعلیٰ کے نام پر بے لگام آزادی کا تصور موجود نہیں ہے۔ اسلام میں عوام کو یکساں اور بے شمار قسم کے حقوق اور آزادیاں حاصل ہیں لیکن اسلام ایسے نظام کو نافذ کرنا چاہتا ہے جو معاشرے کی پاکیزگی کی ضمانت دے۔ اسلام کے نظام حکومت میں سماجی انصاف پر زور دیا جاتا ہے اور یہ سرمایہ داری کا مخالف ہے۔ امام خمینیؒ کہتے ہیں:

اسلام نہ صرف مظلوم وستم رسیدہ عوام کو محروم کر دینے والی بے حساب و کتاب ظالمانہ سرمایہ داری کا مخالف ہے بلکہ کتاب وسنت میں پوری تاکید کے ساتھ اس کی مذمت بھی کرتا ہے اور اسے سماجی انصاف کے خلاف تصور کرتا ہے۔"[۱۱]

اسلامی نظام میں اگرچہ سرمایہ داری کی مخالفت کی گئی ہے لیکن انفرادی ملکیت کو تحفظ دیا گیا ہے جبکہ اس مقابلے میں کمیونزم میں بھی ملکیت کے خاتمے اور اجتماعی ریاستی ملکیت پر زور دیا جاتا ہے لیکن اسلامی نظام حکومت میں اس قسم کے نظام کی گنجائش نہیں ہے۔ امام

صاحب کہتے ہیں:

''اسلام، کمیونزم، مارکسزم اور لینن ازم کے مانند بھی نہیں ہے جو فردی ملکیت کا مخالف اور ہر چیز میں اشتراک کا قائل ہے۔ اسلام ایک معتدل نظام ہے جو ملکیت کے حق کو تسلیم اور اس کا احترام کرتا ہے لیکن ملکیت کے وجود میں آنے کے اسباب اور اس کے استعمال میں محدودیت کا قائل ہے۔ اگر اس پر صحیح طریقے سے عمل کیا جائے تو صحت مند معیشت کے پہیے حرکت میں آ جائیں گے اور سماجی انصاف جو ایک مسلمہ نظام کا لازمہ ہے وجود میں آ جائے گا۔'' ۲؎

نجی ملکیت کے تحفظ اور سرمائے کی گردش کی اہمیت پُرزور دیتے ہوئے امام خمینیؒ ارکان حکومت سے یہ کہتے ہیں:

''خداوند متعال کے احکام کے آگے سر تسلیم خم رکھئے اور ظالم و لٹیرے سرمایہ دار بلاک یا ملحد کمیونسٹ اشتراکی بلاک دونوں کے کھوکھلے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوئیے۔ اسلامی حدود کے اندر جائز ملکیت کا احترام کیجیے اور ملت کو اطمینان دلائیے تاکہ تعمیری سرگرمیاں اور سرمائے حرکت میں آ جائیں اور ملک و حکومت کو خودکفیل اور چھوٹی بڑی صنعتوں سے مالا مال کریں۔'' ۳؎

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کے نظام سیاست و حکومت میں کسی مخصوص سیاسی نظام کے اختیار کرنے پر زور نہیں دیا گیا۔ یہ دراصل ایک ایسا نظام ہے جس میں ریاست اسلامی جمہوریہ ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست کا سربراہ منتخب ہوتا ہے اور اقتدار اعلیٰ کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔ عوام کے ووٹوں سے منتخب شخص (سربراہ مملکت) اللہ تعالیٰ کے نائب یا خلیفہ کی حیثیت سے کام کرتا ہے امور مملکت کی انجام دہی میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی روشنی میں منتخب ارکان پارلیمنٹ کے مشورے سے کام کرتا ہے۔ حکومت کے تینوں شعبے مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ اپنی اپنی جگہ خودمختار اور علیحدہ کام

کرتے ہیں۔

اسلامی ریاست کے سربراہ اور ارکان حکومت کے لیے ضروری ہے کہ مخصوص صلاحیتوں کے حامل ہوں اپنے مقصد میں مخلص ہوں اور ملک وقوم کے مفاد کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ امام خمینیؒ الحکومتہ الاسلامیہ میں فرماتے ہیں:

> ”حکمرانوں میں جن زیادہ سے زیادہ اوصاف کا ہونا ضروری ہے ان کا سرچشمہ اسلامی حکومت کی طبیعت ومزاج میں موجود ہے۔ قطع نظر ان تمام اوصاف کے جن سے ایک عام حکمران کا متصف ہونا ضروری ہے جیسا کہ عاقل و بالغ اور معاملہ فہم ہونا وغیرہ۔ اسلامی حکومت میں حکمراں کے لیے ان کے علاوہ بعض دوسرے اوصاف کا حامل ہونا بھی ضروری ہے یعنی اسلامی قانون کا علم رکھنا اور اس میں عدالت کا ہونا چونکہ اسلامی حکومت قانون کی حکمرانی کا نام ہے اس لیے مسلمان حاکم کا فرض ہے کہ وہ قانون کا علم رکھتا ہو۔“ [۴]

امام صاحب نے اپنے الہٰی اور سیاسی وصیت نامے میں صدر جمہوریہ، ارکان پارلیمنٹ اور حکومت کے بنیادی شعبوں سے وابستہ افراد کے لیے رہنمائی کے اصول فراہم کیے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

> ”صدر جمہوریہ اور پارلیمنٹ کے اراکین اس طبقے سے تعلق رکھتے ہوں جنھوں نے معاشرے کے محروموں اور مستضعفوں کی محرومیت اور مظلومیت کو لمس کیا ہو۔ ان کی فلاح و بہبود کا خیال ہو وہ سرمایہ دار، جاگیردار یا عیش وعشرت اور لذت میں غرق طبقے سے تعلق نہ رکھتے ہوں کیونکہ ایسے لوگ بھوکوں اور غریبوں کی محرومیت ان کے رنج والم کی تلخی محسوس نہیں کرسکتے۔“ [۵]

امام صاحب کا خیال ہے کہ صدر جمہوریہ اور پارلیمنٹ کے ارکان کے انتخاب کے لیے ذمہ دار روشن خیال تعلیم یافتہ افراد اور متقی علماء سے مشورہ کرنا بہتر ہوگا۔ انھوں نے پارلیمنٹ کے ارکان کی خصوصیت یہ بتائی ہے کہ وہ اسلام اور جمہوری اسلامی کے وفادار ہوں

اور اس قسم کے افراد عام طور پر معاشرے کے متوسط اور محروم طبقے ہی میں ملتے ہیں۔ صراط مستقیم سے منحرف ہوکر مشرق ومغرب کی جانب مائل نہ ہوں۔ منحرف دبستانوں سے دل بستگی نہ رکھتے ہوں تعلیم یافتہ نیز اسلامی سیاستوں اور حالات حاضرہ سے باخبر ہوں۔ ۶

حکومت کے فرائض کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ کہتے ہیں'' اور ارکان حکومت پارلیمنٹ اور دوسرے ذمہ داروں کو وصیت کرتا ہوں کہ ملت کی قدر کیجیے اور ان کی خدمت گزاری خاص طور سے محروم مستضعفوں اور ستم رسیدوں کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کیجیے۔ یہ ہماری آنکھوں کے نور اور ہم سب کے ولی نعمت ہیں۔ طاغوت حکومت کی جو لوٹ مار کرنے والی، ثقافت سے عاری، مطلق العنان حکومتیں تھیں اور ہیں ہمیشہ مذمت کیجیے البتہ ایک اسلامی حکومت کے شایان شان انسانی اعمال کے ذریعے۔ ۷

حکومت کا قیام بذات خود ایک مقصد ہے یا مقصد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اس بارے میں امام خمینیؒ لکھتے ہیں'' اسلام میں حکومت مقصد بالذات نہیں ہے یہ تو حصول مقصد یعنی اسلام کے عادلانہ نظام اجتماعی کے نفاذ کا ذریعہ ہے۔ جب تک اس کا یہ پاکیزہ اور ارفع مقصد موجود رہے گا اس وقت تک اس کی قدر وقیمت بھی باقی ہے لیکن جب اس کا مقصد محض حصول اقتدار اور جملہ وسائل حکومت پر قبضہ کرنا ہو تو یہ چیز ذلت اور پستی کے لحاظ سے جرم کی حد تک پہنچ جاتی ہے ایسی صورتیں اس کے طلب گار جرائم پیشہ لوگوں میں شمار ہوتی ہیں۔'' ۸

ہر حکومت کے تین بنیادی شعبے مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ ہوتے ہیں۔ ان تینوں شعبوں کے بارے میں حضرت امام خمینیؒ نے واضح طور پر اظہار خیال کیا ہے۔ مقننہ قانون سازی کا ذمہ دار ہوتا ہے اس کے بارے میں آپ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ اگر صدر جمہوریہ اور پارلیمنٹ کے اراکین اسلام کے وفادار اور ملک وملت کے خیر خواہ اور صالح افراد ہوں تو بہت سی مشکلات پیش ہی نہیں آئیں گی اور اگر کوئی مشکل ہو بھی تو وہ برطرف ہوجائے گی۔ ۹

انتظامیہ کا شعبہ اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے۔ قانون کے نفاذ اور اس پر عملدرآمد کی

ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں "جن چیزوں کی اصلاح، تطہیر اور دیکھ بھال ضروری ہے ان میں ایک قوۃ مجریہ و انتظامیہ ہے۔ بعض اوقات ممکن ہے کہ پارلیمنٹ معاشرے کے لیے مفید و ترقی یافتہ قانون پاس کرے، شوریٰ نگہبان اس کی توثیق کر دے اور ذمہ دار وزیر نفاذ کے لیے اس کا اعلان بھی کر دے لیکن معاملہ جب نالائق افسروں کے ہاتھ میں آئے تو وہ اسے مسخ کر دیں اور قانون کے دفتری پیچ و خم کے ذریعے جس کے وہ عادی بن چکے ہیں یا جان بوجھ کر عوام کو پریشان کرنے کی غرض سے غلط اقدام کر کے رفتہ رفتہ اپنی کوتاہیوں سے ہنگامہ برپا کرا دیں۔" ۲۷ جس لحاظ سے لائق قابل اور سمجھ دار افراد کا انتظامیہ میں تقرر ضروری ہے۔ "گورنروں کے انتخاب پر بھی توجہ دینا ضروری ہے کیونکہ وہ انتظامی معاملات کے نگران ہوتے ہیں۔ امام صاحب ہدایت کرتے ہیں کہ گورنروں کے انتخاب میں پوری توجہ اور دقت نظر سے کام لیا جائے احساس ذمہ داری رکھنے والے دیندار لائق عاقل اور عوام سے مفاہمت رکھنے والے افراد کا انتخاب کریں تاکہ ملک میں زیادہ سے زیادہ امن و امان اور سکون و اطمینان کی فضا قائم ہو سکے۔" ۱۰

خارجہ امور کی طرف توجہ دینا جدید دور میں بڑی اہمیت کا حامل ہے اس بارے میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ ہر اس عمل سے قطعی طور پر پرہیز کیجیے جس میں وابستگی کا اس کے تمام جہات کو مدنظر رکھتے ہوئے ذرہ برابر بھی شائبہ ہو اور یقین جانئے کہ وابستگی اگرچہ بعض امور میں ممکن ہے کہ اس کا ظاہر پرفریب ہو یا فی الوقت اس سے فائدہ حاصل ہو لیکن آخرکار بنیادوں کو منہدم کر دے گی۔ اسلامی ملکوں سے تعلقات قائم کرنے اور حکمرانوں کو بیدار کرنے کی کوشش کیجیے نیز انھیں وحدت و اتحاد کی دعوت دیجیے۔ ۱۱

امام صاحب بڑی طاقتوں سے دنیا بھر کے مسلمانوں کو بے خوف ہونے کا مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان سے اپنا حق واپس لینے کے لیے پوری کوشش کرو بڑی طاقتوں اور ان کے ایجنٹوں کے پروپیگنڈوں اور ان کے ہاہو سے مت ڈرو۔ ۱۲

موجودہ زمانے میں سیاسی معاملات اور حکومتی امور میں فوجی مداخلت بڑھتی جارہی ہے متعدد ملکوں میں حکمران طبقہ فوج سے تعلق رکھتا ہے۔ فوج کی اہمیت پر توجہ دلاتے ہوئے امام خمینیؒ فرماتے ہیں۔

> ''آج دنیا میں بڑی طاقتیں اور تخریب کار سیاستیں سب سے زیادہ جس چیز اور جس گروہ سے فائدہ اٹھاتی ہیں وہ یہی مسلح طاقتیں ہیں ان کے ذریعے سیاسی چالوں کے ذریعے فوجی بغاوت اور حکومتوں کا تختہ الٹنے کا کام لیا جاتا ہے۔عیار و مکار مفاد پرست ان کے بعض کمانڈروں کو خرید لیتے ہیں اور ان کے ہاتھوں نیز فریب خوردہ کمانڈروں کی سازشوں کے ذریعے ملکوں پر قبضہ کر لیتے ہیں اور مظلوم قوموں پر اپنا اقتدار جما کر ملکوں کی آزادی و استقلال کو چھین لیتے ہیں۔ ۱۳؎ امام صاحب افواج کو سیاست سے دُور رہنے کا مشورہ دیتے ہیں انھیں ہدایت کرتے ہیں کہ وہ کسی پارٹی یا جماعت میں شامل نہ ہوں اور خود کو سیاسی کھیلوں سے دُور رکھیں اس صورت میں وہ اپنی عسکری طاقت کو برقرار رکھ سکتے ہیں اور اندرونی اختلافات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ (۱۴) امام صاحب کا خیال ہے کہ اگر پاک دامن کمانڈر مسلح طاقتوں کے سربراہ ہوں تو ملک دشمن کی فوجی بغاوت یا کسی ملک پر قبضہ کر لینے کا امکان نہیں رہ جاتا اگر کبھی کوئی ایسا موقع آبھی جائے تو احساس ذمہ داری رکھنے والے باوفا کمانڈر اسے ناکام بنادیں گے۔'' ۱۵؎

عدلیہ کے اعلیٰ ترین عہدیداروں کے تقرر کے لیے وہ ہدایت کرتے ہیں کہ ایسے افراد کو منصوب کیا جائے جو اسلامی وملی مسائل اور سیاست میں صاحب نظر ہوں، ذمہ داری کا احساس رکھتے ہوں اور پاک وصاف ماضی کے مالک ہوں۔ ۱۶؎

سیاست وحکومت کے بارے میں امام خمینیؒ کے نظریات و افکار بڑے واضح اور سائنٹفک انداز کے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ''ہم ایسی اسلامی حکومت کی تشکیل کے لیے کوشاں

ہوں جس کی قیادت فقہاء عدول کے ہاتھ میں ہو جو عوام کو استعمار اور اس کے گماشتوں کے چنگل سے آزاد کرائے اور معاشرے سے استعمار کے تمام آثار محو کردے۔" ۱۷

امام خمینیؒ نے اسلامی حکومت کا تفصیلی خاکہ پیش کیا تا کہ لوگ اس کا مطالعہ کریں اور ایک جدید طرز کی اسلامی ریاست کی بنیاد استوار کرسکیں۔ لیکن انقلاب ایران کے مخالفین نے کہا کہ امام خمینیؒ کی تھیوکریسی (ملائیت) کو اب آئینی شکل دے دی گئی ہے اور ولایت فقیہ کی آڑ میں لوگوں کو انسانی حقوق سے محروم کیا جارہا ہے اور شخصی حکومت کے لیے راہ ہموار کی جارہی ہے۔ ۱۸ لیکن مخالفین کی یہ سب باتیں غلط اور محض پروپیگنڈہ ثابت ہوئیں۔ دنیا نے دیکھا کہ حضرت امام خمینیؒ کے افکار و خیالات کی روشنی میں اسلامی جمہوریہ ایران کی تعمیر اس کی ترقی کے راستے میں رکاوٹ نہیں بلکہ ایک ذریعہ ثابت ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ "امام صاحب کے اس منفرد انقلاب کا جذبہ محرک صرف اور صرف قانون الٰہی کا اجراء و نفاذ تھا۔ یہ قانون محض شرعی احکام نہ تھے بلکہ وہ اساسی قانون جسے قرآن کبھی نظام ربوبیت سے تعارف کراتا اور کبھی "مما رزقنھم ینفقون" کی اصطلاح سے یاد کرتا ہے کبھی قل العفو کہہ کر اقوام عالم کو متوجہ کرتا ہے۔ امام صاحب نے اس مفروضے کو باطل کردیا کہ صاحبان علم محض تصورات کی دنیا میں رہتے ہوئے عمل کی دنیا میں بے اثر ہوتے ہیں۔ انقلاب ایران نے روحانیوں کے تصور کو نئے معنی و مفہوم و تصور عطا کیے ہیں کہ علماء کو سیاست سے اتنا ہی باخبر ہونا چاہیے جتنا فقہ کے مسائل پر انھیں دسترس حاصل ہو۔" ۱۹

آج کا اسلامی جمہوریہ ایران تھیوکریسی کا مظہر و علمبردار نہیں ہے۔ اس کی تعمیر و تشکیل حضرت امام خمینیؒ کے ان نظریات و افکار کی روشنی میں ہوئی ہے اور ابھی یہ عمل جاری ہے جو انھوں نے سیاست و حکومت کے بارے میں وقتاً فوقتاً پیش کیے۔ آج کا ایران ایک ایسی اسلامی جمہوری ریاست ہے جس میں رہنے والے تمام باشندوں کے حقوق محفوظ ہیں خواہ وہ اکثریت میں ہیں یا اقلیت سے ان کا تعلق ہے، جہاں قرآن و سنت ہے اول و آخر ایک معیار ہے۔ حضرت امام خمینیؒ

کے انقلابی اور قابل عمل افکار اور ان کے کارناموں کا اعتراف دشمن طاقتیں بھی کرتی ہیں۔ بلاشبہ ایک ایسی شخصیت ہیں جو قوموں میں صدیوں کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ بقول شاعر:

ہو ہر صدی میں اگر پیدا ایک ایسا امام
تو لوح دنیا سے مٹ جائے شرک وکفر کا نام ۱۷

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے افکار و خیالات کی روشنی میں اسلامی دنیا اپنی سیاست وحکومت کی بنیادیں استوار کرے۔

ماخذ:

۱۔ Nation Tehran 1938 P-97

۲و۳۔ سید اسعد گیلانی: امام خمینیؒ دعوت تحریک اور افکار ص ۱۱۲

۴۔ حضرت امام خمینیؒ: صحیفۂ انقلاب ص ۵۱

۵۔ ایضاً ص ۴۸

۶۔ ایضاً ۳۷

۷۔ سیّد اسعد گیلانی: امام خمینیؒ دعوت تحریک اور افکار ص ۲۵-۱۲۴

۸۔ حضرت امام خمینیؒ: صحیفۂ انقلاب ص ۵۲

۹۔ ایضاً ص ۵۷

۱۰۔ ایضاً ص ۵۸ (۲۹) ایضاً ص ۵۹ (۳۰) ایضاً ص ۹۳ (۳۱) ایضاً ص ۲۵-۲۴

۱۱۔ ایضاً ۶۷

۱۲۔ ایضاً ص ۵۳

۱۳۔ ایضاً ص ۵۳

۱۴۔ سیّد اسعد گیلانی: امام خمینیؒ دعوت تحریک اور افکار میں ۲۴۱

۱۵۔ سبط حسن: انقلاب ایران ص ۲۸

۱۶۔ سیّد عبدالقدوس: امام خمینیؒ اور انقلاب ایران ص ۱۲

۱۷۔ طلوع انقلاب: مجموعہ شعر ص ۱۱۸